مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

# امام العصر، محدث جلیل
# حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ
## احوال و خدمات اور کمالات کی ایک جھلک

برصغیر ہند کی گزشتہ تقریباً سوا سو سال کی دینی، علمی تحریک جن اکابر علماء کی ممنون کرام اور خصوصاً تعلیمات ولی اللہی کا گلستاں جن کی خدمات سے سرسبز و شاداب ہے، نیز دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور اور ان سے متعلق مدرسے اور علماء، جس شجر پر بہار کی شاخیں ہیں اس میں ایک بہت ہی ممتاز اور برگزیدہ نام محدث عصر، فقیہ جلیل، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا ہے۔ اور بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند اور مدارس اسلامیہ کی تاسیس کی جو روایت قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے قائم کی تھی، اس کی سب سے زیادہ آبیاری اور سرپرستی حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ہی فرمائی، ان مدارس کے ذریعہ سے علم و کمال اور خدمت قرآن و حدیث اور فقہ و شریعت کا جو دریا جاری ہوا اور اتباع دین و شریعت کی جو فضائیں اور اسکی جو باد بہاری چلی اس میں بھی حضرت والا کے رسوخ فی العلم اور دعوت و اتباع سنت کے گہرے اثرات صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی ذات گرامی اپنے آپ میں ایک بڑا مرکز علم، بڑا ادارہ اور دارالعلوم تھی، جس میں علم و تدریس کا سلسلہ بھی تھا اور تربیت باطن کی فکر بھی، قدم قدم اتباع سنت کا ذکر اور رسومات و بدعات کی بیخ کنی کا اہتمام تھا، اور خانوادۂ ولی اللہی کے بعد حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی کوششوں سے جو ایک دنیائے علم و عمل آباد ہوئی تھی، جب اس کی آبادیوں میں شکست و ریخت کے کچھ آثار ظاہر ہوئے تو حضرت مولانا گنگوہیؒ کی توجہ، محنت اور کوششوں سے اس کی تجدید و تزئین ہوئی اور یوں اس روایت کا تسلسل جاری رہا۔

**وطن:**

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس خانوادے کے ایک فرد ہیں جس کا آبائی وطن رامپور ضلع سہارنپور تھا، اس خاندان کا ایک گھرانہ رام پور سے سہارنپور منتقل ہو گیا تھا، اسی میں حضرت گنگوہی تولد ہوئے (۱)

## خاندان

چھٹی صدی ہجری میں پیر ہرات حضرت شیخ عبداللہ انصاری (وفات: ۴۸۱ھ ۱۰۸۹ء) کے پوتے شیخ جلال الدین بن شیخ سلیم بن محمد اسماعیل بن شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہندوستان آئے اور میرٹھ کے نواح میں واقع ایک پررونق اور آباد بستی سَرسَل (۲) میں آباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد واخلاف میں بہت برکت عطا فرمائی اور اس وقت یوپی میں قدیم انصاری خاندان اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد کی جس قدر بھی شاخیں ہیں وہ سب انہی کی اولاد میں ہیں۔ پانی پت اور نواح اضلاع سہارنپور وغیرہ کے انصاری خاندان بھی اسی سے وابستہ ہیں' اپنے نصاب تعلیم کے لئے شہرہ آفاق شخصیت' علامہ نظام الدین سہالوی اور فرنگی محل کے علماء بھی اسی شجر کی پر بہار شاخیں ہیں (۳)۔

## اجداد:

اسی خاندان کے چند افراد موضع برناوہ سے رام پور منیہاران ضلع سہارنپور چلے گئے تھے' بعد میں اسی گھرانہ کی ایک شاخ رامپور سے نواحی بستی گنگوہ منتقل ہوئی۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا خاندان اور بزرگ بھی اسی میں سے ہیں' مولانا کا سلسلہء نسب اس طرح ہے۔

''حضرت مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر بن قاضی محمد اسلم انصاری''(۵)

مولانا کے خاندان میں علم کی روایت اور اس کے اثرات قدیم تھے' حضرت مولانا کے والد ماجد ہدایت احمد کی تقریباً ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۰ء) میں ولادت ہوئی' عالم اور صاحب کمال تھے' خانوادہ حضرت شاہ ولی اللہ کے علماء (غالباً حضرت شاہ محمد اسحاقؒ؟) سے تعلیم حاصل کی اور اس عہد کے جلیل القدر شیخ شاہ غلام علی (وفات ۱۲۴۰ھ) سے بیعت ہوئے اور خلافت واجازت سے نوازے گئے' علم اور کتابوں کے شائق تھے' کثرت سے کتابیں نقل کیا کرتے تھے' مولانا ہدایت احمد کی ساڑھے پینتیس سال کی عمر میں جمادی الاخریٰ ۱۲۵۲ھ (ستمبر' اکتوبر ۱۸۳۵ء) میں گورکھپور میں وفات ہوئی (۶)۔

مولانا ہدایت احمد کے تین بیٹے اور دو لڑکیاں تھیں' مولانا عنایت احمد' حضرت مولانا رشید احمد اور سعید احمد' مؤخر الذکر کم سنی میں نو سال کی عمر میں فوت ہو گئے تھے' مولوی عنایت احمد حضرت مولانا سے بڑے تھے اور مولانا نے ان سے ابتدائی چند کتابیں بھی پڑھی تھیں۔

## ولادت:

حضرت مولانا ۶ ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ (۱۱ مئی ۱۸۲۹ء) کو دوشنبہ کے دن گنگوہ میں پیدا ہوئے' سات سال کی عمر تھی کہ والد صاحب رحلت کر گئے۔ دادا اور ماموں نے پرورش اور ہر طرح کی سرپرستی فرمائی اور تعلیم و تربیت کا بہتر

سے بہتر انتظام کیا۔

**تعلیم' آغاز سے تکمیل تک:**

دینی گھرانوں اور شرفاء کے معمول کے مطابق سب سے پہلے قرآں شریف کی تعلیم پر توجہ کی گئی' ایک مقامی معلم حافظ قطب بخش گنگوہی سے تعلیم کا آغاز ہوا' چونکہ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اس لئے والدہ کے ساتھ اپنے چھوٹے ماموں مولوی محمد تقی صاحب گنگوہیؒ سے کرنال میں رہ کر فارسی پڑھی' فارسی کی چند کتابیں مولوی محمد غوث گنگوہی سے پڑھیں (۷)۔

فارسی کے بعد عربی کی ابتدائی کتابیں شروع ہوئیں' عربی کی تعلیم اپنے آبائی وطن رامپور کے ایک برگزیدہ شخص اور فاضل مولانا محمد حسن (عرف محمد بخش) رامپوری (۸) سے حاصل کی' مولانا محمد حسن نے ہدایۃ النحو پڑھانے کے بعد ہدایت کی کہ اور کتابوں کے لئے دہلی جانا چاہیے' مولانا محمد بخش (حسن) صاحب بھی دہلی میں تعلیم پائے ہوئے تھے۔ اس لئے مولانا کے ساتھ دہلی آنا ہوا' اس وقت حضرت مولانا مملوک العلی دہلی کالج میں استاذ اور مرجع العلماء تھے (اور اطراف سہارنپور کے علاوہ دہلی کے ممتاز علماء اور نامور اصحاب درس میں سے شمار ہوتے تھے) مگر مولانا گنگوہی کو حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی کی بے پناہ مصروفیت اور وقت کے فقدان کی وجہ سے مولانا کے حلقہ درس میں جلد داخلہ نہیں ملا اس میں خاص وقت غالباً کئی مہینے لگے تھے' مولانا گنگوہیؒ نے اس درمیان اور علماء سے پڑھا' حضرت مولانا کے حوالہ سے مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے نقل کیا ہے کہ:

''ابتدا ہم دہلی میں دوسرے استاذہ سے پڑھتے تھے لیکن تسکین نہیں ہوتی تھی' کہیں سبق تھوڑا ہوتا تھا' کہیں شبہات کا جواب نہ ملتا تھا' مگر جب مولانا مملوک العلی صاحبؒ کی خدمت میں پہونچے تو ہمیں اطمینان ہو گیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کر لیں'' (۹)۔

ان اساتذہ کی فہرست میں سب سے پہلا نام اس وقت کے ایک مدرس مولانا احمد الدین پنجابی (۱۰) کا ہے' مولانا احمد الدین سے غالباً ہدایۃ النحو سے متوسطات تک پڑھنے کا موقع ملا' دہلی کے ایک اور جلیل القدر اور سلسلہ مجددیہ کے شیخ شاہ احمد سعید مجددی سے بھی تلمذ تھا' ایک اور استاذ مولانا کریم بخش پنجابی (۱۱) تھے' حضرت مولانا کے اساتذہ میں ایک اور اہم نام مولانا مفتی صدر الدین آزردہ کا ہے جو دہلی کی بزم علم کے گویا صدر نشین اور مرجع کل تھے' مگر مذکورہ بزرگوں کی تعلیم و تربیت کے علاوہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی علمی ترقیات اور تعلیم و تربیت میں سب سے بڑا حصہ استاذ العلماء حضرت مولانا مملوک العلی نانوتویؒ کا ہے' اگرچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو مولانا نانوتوی کی خدمت میں حاضر کا دیر سے موقع ملا مگر مولانا کے اسباق میں پہونچ کر اندازہ بلکہ یہ تجربہ ہوا کہ مولانا مملوک العلی کی درسگاہ بعض حیثیتوں سے علمائے دہلی کے حلقوں سے مختلف ہے' مولانا اس طرح پڑھاتے ہیں جیسے گھول کر پلا دیا ہو' حضرت مولانا گنگوہی فرماتے

تھے۔'' مگر جب مولانا مملوک العلی صاحبؒ کی خدمت میں پہنچے تو اطمینان ہوگیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کرلیں، گویا استاذ نے گھول کر پلا دیا' فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں اچھے اچھے استاذ دہلی میں موجود تھے مگر ایسے استاذ کہ مطلب پوری طرح انکے قابو میں ہو اور انواع مختلفہ سے تقریر کر کے شاگرد کے ذہن نشین کردیں ایک ہمارے استاذ مولانا مملوک العلی صاحب' دوسرے ہمارے استاذ مفتی صدرالدین آزردہ تھے۔ (۱۲)

حضرت مولانا مملوک العلی سے کیا کیا کتابیں پڑھیں اور دوسرے اساتذہ کی خدمت میں کن کتابوں کا درس لیا' اس کی تفصیل دریافت نہیں، مگر اس میں شک نہیں کہ مولانا گنگوہی کی تعلیم کے علاوہ مولانا کے فکر و مزاج کی تشکیل میں بھی حضرت مولانا مملوک العلی کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔

حضرت مولانا مملوک العلی کی خدمت میں درسیات اور معقولات کی تکمیل کے بعد درس حدیث کے لئے دہلی کے نامور محدث، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور صحاح ستہ کا درس لیا' اور اجازت حدیث حاصل کی' دہلی میں حضرت مولانا گنگوہی کا تعلیمی سفر بہت تیزی سے طے ہوا' دہلی پہنچ کر نصاب کی عام ترتیب کے مطابق غالباً کافیہ وغیرہ متوسطات سے پڑھنا شروع کیا تھا اور چار سال کی قلیل مدت میں دورۂ حدیث شریف تک جملہ درسیات کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم پا کر فارغ ہوگئے۔

## ایک غلط فہمی کا ازالہ:

کہا جاتا ہے کہ قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا گنگوہیؒ دونوں ساتھی اور ہم سبق تھے، ساتھ ہی ساتھ پڑھا' ساتھ ہی فارغ ہوئے' یہ روایت زبانوں پر بھی ہے' اور کئی مضامین و تحریرات میں بھی نقل ہوگئی ہے مگر یہ صحیح نہیں' اس میں شک نہیں کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتوی کا زمانہ تعلیم تقریباً ایک ہے اور دونوں میں دوستی اور موانست و ملاقات کے گہرے مراسم تھے اور یہ بھی ہے کہ دونوں چند کتابوں میں ہم سبق اور ساتھ رہے مگر اکثر کتابوں اور تعلیم کی ترتیب میں ایک دوسرے سے مختلف رہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی ۱۲۶۱ھ میں مولانا مملوک العلی کے ساتھ نانوتہ سے دہلی آئے تھے (۱۳) اور اسی وقت سے حضرت مولانا کی نگرانی میں سلسلہ تلمذ اور تربیت میں داخل تھے' مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی تعلیم کا اکثر وقت حضرت مولانا مملوک العلی کی صحبت و شاگردی میں گزارا اور دہلی کالج میں بھی داخل رہے' حضرت مولانا گنگوہی کس وقت دہلی آئے اس کا تعین مشکل ہے' بہرحال جب بھی آئے دہلی کے مختلف استاذوں اور علماء سے پڑھتے رہے' مولانا (گنگوہیؒ) حضرت مولانا مملوک العلی کے شاگردوں کی صف میں دیر سے شامل ہوئے اور حضرت مولانا سے تعلیم کے زمانہ میں بھی (دیگر) علماء مثلاً مولانا احمد سعید مجددی اور مولانا مفتی صدرالدین آزردہ کے درس کے حلقوں میں حاضر ہوتے رہے' نیز حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کی زیر تعلیم و تدریس کتابوں کی ترتیب میں بھی

یکسانیت نہیں تھی اور اس کی بھی صراحت ملتی ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی تعلیم سے فارغ ہو کر وطن واپس ہو گئے تھے، مگر حضرت مولانا نانوتوی غالباً آخری درجات یا حدیث شریف کے اسباق کی تکمیل فرما رہے تھے۔ اگر چہ اس میں شک نہیں کہ اس زمانہ میں دونوں میں نہایت دوستی تھی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دونوں بزرگ تمام کتابوں میں ساتھ اور سب اساتذہ کی مجلسوں میں ہم سبق ہوں نیز یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحبؒ تعلیم کے زمانہ میں حضرت مولانا مملوک العلی کے دولت کدہ پر قیام فرما رہے مگر مولانا گنگوہی کہاں رہے اس کی صراحت نہیں ملتی۔

## تعلیم کے بعد:

مولانا گنگوہیؒ تعلیم سے فراغت کے بعد وطن آ گئے تھے، اگر مولانا چاہتے یا پسند کرتے تو بڑی سے بڑی سرکاری ملازمت یا ریاستوں میں عہدہ و منصب مل جاتا مگر مولانا نے شروع (غالباً طالب علمی کے وقت ہی سے) للہ دینی خدمت اور بلا کسی معاوضہ کے درس و افادہ کا ارادہ فرما لیا تھا، اور دہلی میں طالب علمی کے ساتھ ہی طلبہ کو اسباق شروع کرا دیئے تھے، دہلی میں حضرت مولانا سے جو طلبہ وابستہ ہوئے اور مولانا سے تلمذ و استفادہ کیا اس میں مولانا ملا محمود دیوبندی بھی تھے (جو دیوبند میں پہلے مدرس مقرر کئے گئے تھے) اسی دور کے شاگردوں میں مولانا ابوالنصر گنگوہی اور مولانا ابوالقاسم گنگوہی[14] بھی شامل ہیں، دہلی میں اور طلبہ نے بھی پڑھا ہوگا مگر اس کی تفصیل دستیاب نہیں۔

تعلیم کی تکمیل کے بعد گنگوہ آئے تو یہاں بھی تدریس کا سامان ہو گیا، سب سے پہلے نکوڑ سے مولوی سید مؤمن علی صاحب تعلیم کیلئے حاضر ہوئے اور پھر یہ سلسلہ ایسا جاری اور دراز ہوا کہ حیات کے آخری زمانہ تک کم و بیش چلتا رہا، آخری دور میں اس نے ایسی شہرت حاصل کی اور حضرت کے حلقہ درس میں ایسے منتخب طالب علم اور شائقین حدیث آئے جنکے دم سے ہندوستان میں خدمت حدیث کا گلستاں لہلہا اٹھا اور برصغیر کے دور دراز کونوں تک حضرت کے شاگرد پہنچ گئے اور ان میں سے اکثر نے اپنی اپنی جگہوں پر خدمت دین اور احیائے سنت کی بے نظیر خدمات سرانجام دیں۔

مولانا کے تلامذہ کا سلسلہ کس قدر وسیع ہو گیا تھا اور اس کے کیسے کیسے منافع و اثرات تھے اس کا خود حضرت مولانا نے حضرت حاجی صاحب کے نام اپنے ایک خط میں (جو ۱۳۰۶ھ کا لکھا ہوا تھا) یوں ذکر فرمایا ہے:

''حضرت مرشد من! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے ، رہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہوا[15] اس سال سے اب تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین للہ سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے'' (مکتوب محررہ ۱۳۰۶ھ)[16]

## بیعت و اجازت:

حضرت مولانا کی طالب علمی کے وقت حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی

کے یہاں تشریف لاتے تھے' اور حضرت مولانا نانوتویؒ حاجی صاحب کا بہت احترام کرتے تھے۔ (حالانکہ مولانا ملک کے نامور علماء میں سے تھے' اور حاجی صاحب سے عمر میں بھی بہت بڑے تھے) مولانا نانوتویؒ کے حضرت حاجی صاحب کے خاص احترام کی وجہ سے مولانا گنگوہی کو بھی حضرت حاجی صاحب سے محبت وعقیدت ہوگئی تھی' اسی طرح (حضرت مولانا گنگوہیؒ پر) حضرت شاہ عبدالغنی کے علوم مرتبت اور اتباع سنت کا بھی گہرا اثر تھا مگر تعلیم کے اختتام تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ کس سے بیعت ہونا چاہئے' زمانہ طالب علمی تک حضرت شاہ عبدالغنی سے بیعت ہونے کا خیال تھا مگر گنگوہ سے آنے کے کچھ ہی دنوں بعد ایک ضرورت سے تھانہ بھون آنا ہوا جہاں حاجی صاحب قیام فرماتے' اللہ کا کرنا کہ اس مقصد کے پورا ہونے سے پہلے حضرت حاجی صاحب کی توجہ سے مالا مال ہوگئے اور اسی سفر میں حضرت حاجی صاحب نے بیعت سے مشرف فرمایا۔

طبیعت کا جوہر پہلے سے صیقل شدہ اور تیار تھا اس لئے بیعت کے بعد اس کی آب وتاب میں روز افزوں اضافہ ہوا' اور حضرت پیرو مرشد پر بھی غالباً یہ منکشف ہوگیا تھا کہ وہ وقت دور نہیں کہ یہ نو عمر مسترشد اور تازہ دم فارغ طالب علم دین اور علم کا آفتاب وماہتاب بن کر چمکے گا۔ اور اس کا وجود ملت کے لئے متاع بے بہا ثابت ہوگا' اور اسکے دم سے ہزاروں خادمان حدیث تیار اور بیچاسوں خانقاہیں آباد ہوں گی' یہی اس قافلہ کا قافلہ سالار اور دین علم کے شائقین کا مرجع ہوگا' اس لئے حضرت حاجی صاحب نے دو ملاقاتوں کے بعد مولانا کے تیسری مرتبہ تھانہ بھون آنے کے وقت اجازت وخلافت عنایت فرمادی اور اس کے بعد جب حضرت حاجی صاحب گنگوہ گئے تو اپنی موجودگی میں ایک خاتون کو حضرت گنگوہی سے اپنے سامنے بیعت کرا کر گویا اس کا اعلان کردیا کہ اب مولانا گنگوہی میرے قائم مقام ہیں۔

## خدمات واثرات:

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کی اطلاع کے مطابق حضرت مولانا گنگوہی اپنی عمر کے اکیسویں سال (یعنی ۱۲۶۵ھ) میں تعلیم سے فارغ ہوکر گنگوہ واپس آگئے تھے' اسوقت سے زندگی کے آخری ایام تک وہیں قیام کیا اور اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی خدمت' تعلیم' وتدریس' اصلاح وارشاد اور معاشرہ کی برائیوں کو ختم کرنے میں گزارا' عقائد اور معاملات کے بگاڑ کو دور کرنے کی کوشش کی' فقہی مسائل ومباحث میں عوام وخواص کی رہنمائی' ان کے سوالات کے جوابات لکھنا' ان کے علمی وقلبی سوالات ومشکلات کے حل کی جستجو اور بھٹکے ہوئے آہو کو بہتر سے بہتر طریقے اور عمدہ ترین تدبیر کے ذریعہ سے صحیح راستہ پر لانے کی دن رات بلکہ تمام عمر متواتر جدوجہد حضرت مولانا کا طغرائے امتیاز ہے۔

یہ بات بلاتردد کہی جاسکتی ہے کہ برصغیر ہندوپاکستان میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کے بعد اتباع سنت رسوم وبدعات کی تردید میں کوئی اور اس قدر طاقتور' بلند بانگ اور متواتر آواز نہیں اٹھی جیسی حضرت مولانا گنگوہی کی تھی' حضرت مولانا اس سلسلے کے وہ پہلے اور غالباً سب سے بڑے عالم ومرشد اور مصلح ہیں جنہوں نے اسی انداز وآہنگ میں

اس پیام کی تجدید کی اور اس پیغام کی جس پر زمانہ گزرنے کے ساتھ کچھ میل سا آنے لگا تھا اس شان سے تجدید فرمائی کہ وہ پھر اک نئی قوت' نئی طاقت اور مسلسل تحریک بن کر عام ہو گیا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے حلقہ تربیت سے جو افراد اٹھے ان میں سے ایک بڑی تعداد ایسے علماء اور اصحاب معرفت کی تھی جنہوں نے اس دعوت و پیام کو اپنا نصب العین بنا کر اپنی زندگیاں اس کی جدوجہد اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے وقف کر دی تھیں۔ اور انہوں نے اپنی سادگی' بے نفسی اور بے غرض کوشش سے اس کی جڑیں بہت دور تک اور اس طرح گہرائی تک پہنچا دی ہیں کہ ان سے خود بخود نئی نئی کونپلیں اور نئے نئے پودے پھوٹتے اور پروان چڑھتے رہتے ہیں' جو اس تحریک کے ایسے ہی پر جوش خادم بنتے ہیں اور راہ شریعت وسنت پر اسی طرح قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں' جس طرح ان کے بزرگوں اور اس خانوادے کے اکابر علماء نے چلنے کی کوشش کی تھی۔

یہاں یہ بھی عرض کر دینا چاہیے کہ خانوادۂ ولی اللّٰہی کی وراثت اور نیابت و نمائندگی کا سب سے بہتر نمونہ اور جامع ترین ترجمانی وہ ہے جو علمائے دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور وغیرہ کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔ لیکن ان دونوں اداروں اور ان کے متاخر وابستگان کو فکر ولی اللّٰہی کا ایسا موقع اور شاندار ترجمان بنانے' نیز اتباع سنت' شریعت و تصوف کی جامعیت اور حدیث شریف کے اعلیٰ ترین مدارج کے حصول کے ساتھ حنفیت کی پاسداری نیز دین و شریعت اور اسلام پر اندرونی و بیرونی جماعتوں' طبقات اور گروہوں کی طرف سے اعتراضات اور رخنہ اندازی کی کوششوں کے دفاع کا سبق کس سے ملا؟ اس میں صرف دو ہی حضرات کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ اگر چہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی فرماتے تھے لیکن مصروفیات اور مطالعہ سے وابستگی کی وجہ سے حضرت مولانا نانوتوی کا دیوبند میں کم وقت گزرا' اور ابھی مدرسہ دیوبند کو قائم ہوئے دس برس بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور اس کے قیام کے جو مقاصد تھے وہ سب پوری طرح بروئے کار نہ آنے پائے تھے کہ حضرت مولانا نانوتوی رحلت فرما گئے۔ مگر حضرت مولانا گنگوہیؒ دونوں اداروں کے سرپرست اور مربی تھے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی عملی جدوجہد کا دائرہ بہت سے گوشوں پر پھیلا ہوا تھا۔ اور حضرت مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ دارالعلوم کے اور بعد میں مظاہر علوم کے بھی سرپرست بنائے گئے' دونوں مدرسوں کے تمام معاملات میں حضرت مولانا کی رائے قول فیصل اور حکم کا درجہ رکھتی تھی' اگر چہ حضرت مولانا گنگوہی دونوں مدرسوں کے آغاز کے وقت سے ہی دونوں کے معاملات میں مشیر اور کسی قدر دخیل بھی تھے اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی وفات کے بعد مدرسہ دیوبند کے سرپرست اول بنا دیئے گئے تھے' یہی مظاہر علوم سہارنپور میں بھی ہوا۔ اگر چہ مظاہر علوم کے سرپرستوں کی فہرست میں حضرت مولانا کا نام دیر میں آیا' مگر مدرسے کے قیام کے وقت سے مدرسے کے ذمہ داران خصوصاً مولانا محمد مظہر نانوتوی حضرت مولانا کے خاص نیازمند

...اضر خدمت رہنے والے علماء میں تھے' جو کوئی بھی کام حضرت مولانا کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے تھے۔

اس طرح ان دونوں مدرسوں کے تقریباً تمام اختیارات حضرت مولانا گنگوہی کے پاس آ گئے تھے' او... بھی دونوں مدرسوں کے اکثر ذمہ داران اور اساتذہ حضرت مولانا کے دامن تربیت سے جڑے ہوئے تھے اور مولانا کو دونوں مدرسوں کے اساتذہ اور طلباء کی تربیت کا وسیع موقع ملا۔ یہ دونوں مدرسے ۲۵ برس سے زائد عرصے تک حضرت مولانا کی نگرانی اور سرپرستی میں رہے اور مولانا کی افکار و تعلیمات اور طریقہ تعلیم و تربیت کا نمونہ اور مثال بن گئے تھے۔

حضرت مولانا کے حسن تربیت اور عنایات و محبت کے سبب حضرت مولانا کے اخلاق و کردار کے تمام محاسن' فکر و خیال کے اثرات' اتباع سنت کی رعنائی اور دین خالص پر عمل کا جذبہ مولانا کے شاگردوں اور متوسلین میں گھر کر گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی تدبر و دانائی' علم و عمل' فقہ و حدیث کی جامعیت اور اصلاح و تربیت کے ساتھ معاشرتی خرابیوں کے خلاف جدوجہد اور تمام غیر دینی' غیر اسلامی آوازوں اور فتنوں کے خلاف سینہ سپر ہونے کی بنیادی صفات دونوں مدرسوں کے ذمہ داروں اور استاذوں میں منتقل ہو گئی تھیں۔ جو دونوں مدرسوں کے لئے متاع بے بہا اور دُرِّ شہوار ثابت ہوئیں۔ ان مدرسوں کے اکثر طالب علموں نے یہی نہیں کہ ان محاسن کی قدر کی' ان کو سینہ سے لگایا بلکہ ان کو اپنی زندگی کے سفر اور دینی خدمات کیلئے رہنما اور نمونہ بنا لیا۔ یعنی حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فکر و مزاج کی خصوصیات و امتیاز حضرت مولانا کا فیض تربیت اور صحبت کی برکت سے ان مدرسوں کا متعلقین کے فکر و مزاج میں اس طرح رچ بس گئیں کہ گویا ان کے وجود کا ایک ضروری حصہ بن گئی ہیں' اسی فکر و مزاج کو 'دیوبندیت' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا کا یہ ان مدرسوں اور ان کے متوسلین اور نام لیواؤں پر ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دارالعلوم دیوبند نیز مظاہر العلوم سہارنپور کے تربیت یافتہ و ران سے وابستہ علمائے کرام کے ذریعہ سے جو دینی خدمات اب تک انجام پائی ہیں ان کی بنیاد اور فکر میں حضرت مولانا گنگوہی کے گہرے اثرات پوری طرح شامل اور گویا ایک ایک کام کا ناقابل تقسیم حصہ ہیں۔ جو ان مدرسوں کا وابستگان کے کام بلکہ روح ہیں' امید ہے کہ انشاءاللہ آئندہ بھی اسی طرح شریک و شامل رہیں گے۔

---

## حواشی

۱۔ تذکرہ الرشید جلد اول' ص' ۱۵

۲۔ سرسل' جس کو اب سرسلی کہا جاتا ہے' بڑوت سے میرٹھ جانے والی سڑک پر موضع جوہڑی اور بنولی کے بیچ میں سڑک سے کچھ فاصلہ پر ہے' کسی زمانہ میں یہ گاؤں ایک بڑی اور نہایت پر رونق آبادی تھی' اب ایک بہت چھوٹا اور گم نام گاؤں ہے' جس میں غیر مسلم آباد ہیں' مسلمانوں کے گنتی کے چند گھر رہ گئے ہیں' بعد میں یہ خانوادہ سرسل سے برنادہ آ گیا تھا جو اسی نواح کا ایک اور قصبہ ہے' یہاں اس کو

بہت عروج ہا' بڑے بڑے نامور مشائخ اہل اللہ اور علماء اس میں پیدا ہوئے جس میں سے شیخ بدرالدین برناوی کو بہت عروج ہوا' حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے خلیفہ ہیں اسی طرح اور بھی متعدد اصحاب ہیں۔

۳۔ علمائے فرنگی محل کے احوال پر تمام معتبر کتابوں میں اس کا ذکر بلکہ خاصی تفصیل درج ہے' مثلاً ملاحظہ ہوں' الف: اغصان اربعہ

ب: احوال علمائے فرنگی محل' شیخ الطاف الرحمان بارہ بنکوی ج: تذکرہ علمائے فرنگی محل' مفتی عنایت اللہ صاحب۔

۴۔ تذکرۃ الرشید جلد اول 'ص ۱۳ ۵۔ تذکرۃ الرشید ص: ۱۷' ج' اول۔

۶۔ مولانا شاہ محمد غوث گنگوہ کی ایک معروف شخصیت اور شیخ طریقت تھے' جو شاہ محمد رمضان 'ہادی ہریانہ' شہید ۱۲۴۰ھ کے خلیفہ مجاز تھے' ''ہادی ہریانہ'' تالیف پروفیسر منظور الحق صدیقی' ص ۱۴۸' (لاہور' ۱۹۶۳) مولانا محمد غوث کی متوسلین کے لئے تعلیم و ہدایات پر مشتمل چند مختصر و متفرق تحریریں ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہیں۔

۷۔ مولانا عاشق الٰہی نے یہ نام محمد بخش لکھا ہے (تذکرۃ الرشید ص: ۲۷' ج: ۱) صحیح نام محمد حسن ہے (مقامی طور پر محمد بخش کے نام سے بھی جانے جاتے تھے) مولانا محمد حسن حضرت مولانا مملوک العلی کے شاگرد' صاحب فضل و کمال اور صاحب ارشاد معرفت بزرگ تھے' مولانا محمد حسن نے مدینہ منورہ جا کر حدیث شریف۔ پڑھی تھی' حضرت مولانا گنگوہیؒ کو مولانا محمد حسن صاحب سے ابتدائی درسیات میں تلمذ کے علاوہ دلائل الخیرات اور حزب البحر کی اجازت بھی حاصل تھی' مولانا محمد حسن شاہ امام علی کے خلیفہ اور بڑے بزرگ تھے' مولانا کی ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۵۹ھ (دسمبر ۱۸۵۳ء) میں وفات ہوئی مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو' تذکرہ العابدین'' ص: ۵۳ تا ۵۷ (دہلی: ۱۳۳۳ھ) اور ''انوار العاشقین' مولانا مشتاق احمد صاحب انبیٹھوی ص: ۳۴: ۳۵ (لاہور ۱۳۹۸ھ)

۸۔ تذکرۃ الرشید' ص ۳۰' ج' اول (عکس طبع اول' سہارنپور ۱۹۷۷)

۹۔ مولانا احمد الدین کو مولانا میرٹھی نے جہلمی لکھا ہے' لیکن ڈاکٹر سفیر اختر صاحب (اختر راہی) نے ان کو کرسالی ضلع چکوال کا باشندہ بتایا ہے اور بہ ظاہر یہی صحیح ہے' تذکرہ علمائے پنجاب ص ۸۰' ج: اول (لاہور ۱۹۹۸ء)

۱۰۔ تذکرۃ الرشید جلد دوم ص: ۱۸۰

۱۱۔ تذکرۃ الرشید ص ۳۰۔۳۱' ج: اول

۱۲۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے تعلیم کے لئے دہلی آنے کا سند عموماً ۱۳۲۰ھ نقل کیا جاتا ہے جو صحیح ۱۲۶۱ھ (جنوری ۱۸۴۴) ہے جو یہاں لکھا گیا ہے' تفصیل و تحقیق کے لئے رجوع فرمائیں راقم سطور کی تالیف ''قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ احوال و آثار و باقیات و متعلقات'' صح: ۱۷۷۔۱۷۸ وغیرہ (طبع اول' کاندھلہ: ۱۴۲۱ھ)

۱۳۔ تذکرۃ الرشید ص ۳۷' ج: اول

۱۴۔ حضرت مولانا گنگوہی اپنے تیسرے سفر حج سے ۱۳۰۰ھ میں گنگوہ واپس پہنچے تھے۔